اِسلام کا مفہوم

از روئے لغت و قرآن

— از نثار احمد ایم۔اے۔ معاون ادارہ معارف اسلامی۔ کراچی —

انسان یوں تو خواہشات کا پتلا ہے۔ اور اس کی احتیاجات و ضروریات کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن بنیادی طور پر انسانی زندگی کی ضروریات دو قسم کی ہو سکتی ہیں۔ ایک مادّی جیسے کھانے کے لیے غذا، رہنے کے لیے جگہ اور پہننے کے لیے لباس وغیرہ۔ اور دوسری روحانی یعنی غیر مادّی جو انسان کی ہدایت، اس کی قلبی تسکین اور اس کے ذہنی اطمینان کے لیے ناگزیر ہیں، یعنی حقیقت کا علم، زندگی گزارنے کا صحیح طریقہ[1] تمدن کے اصول، اخلاقی اقدار وغیرہ۔ خالقِ حقیقی نے انسان کی ان دونوں ضروریات کی تسکین کا پورا پورا انتظام فرمایا ہے[2]۔ ایک طرف تو انسان کی مادّی احتیاجات کے لیے زمین و آسمان کی ساری قوتیں اس کی خدمت گزار ہیں۔ کائنات کا ہر ذرہ اس کے لیے مسخر کر دیا گیا ہے۔ اور تمام ظاہری و باطنی نعمتیں اس پر تمام کر دی گئی ہیں:

---

[1] "دنیا میں انسان کو زندگی بسر کرنے کے لیے بہر حال ایک طریقِ زندگی درکار ہے جسے وہ اختیار کرے۔ انسان دریا نہیں ہے جس کا راستہ زمین کے نشیب و فراز سے خود متعین ہو جاتا ہے۔ انسان درخت نہیں ہے جس کے لیے قوانینِ فطرت ایک راہ طے کر دیتے ہیں۔ انسان نرا جانور نہیں ہے جس کی رہنمائی کے لیے تنہا جبلت ہی کافی ہو جاتی ہے .... وہ زندگی کے بے شمار پہلو رکھتا ہے۔ شخصی، عائلی، معاشی، سیاسی، ملکی، بین الاقوامی وغیرہ جن کے لیے بہر طور ایک راہ ضروری ہے"

(اسلامی نظامِ زندگی اور اس کے بنیادی تصورات۔ از ابوالاعلیٰ مودودی ص ۱۶۲۔ لاہور ۶۲ء)

[2] ملاحظہ ہو البقرہ، آیات ۲۱ تا ۲۳۔ ۲۱۱۔ ۲۳۱۔ ابراہیم، آیت ۳۴۔ اعراف آیت ۵۴۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ـ

(لقمان ـ آیت ۲۰)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لیے مسخر کر دیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دی ہیں۔

وَاٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ـ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ

(ابراہیم ـ آیت ۳۴)

اور جو کچھ تم نے مانگا وہ اس نے تم کو دیا ـ اگر تم اللہ کی نعمتیں شمار کرنے لگو تو شمار میں نہیں لا سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا بے انصاف اور ناشکرا ہے ـ

دوسری طرف اس کی روحانی ضروریات کی تکمیل کے لیے اُس ذاتِ مطلق نے اپنے انبیاء و رُسُل کو مبعوث فرمایا، اور انہیں اپنی طرف سے کتبِ ہدایت اور قوانینِ حیات سے سرفراز کیا، اور ان کو ایسا ضابطۂ حیات (CODE OF LIFE) دیا جو ہر قدم پر انسان کی ٹھیک ٹھیک رہنمائی کر سکے یہی وہ ہدایت ہے جس کا وعدہ حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں بھیجتے وقت اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسانی سے فرمایا تھا:

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ـ

(البقرہ آیت ۳۸)

جب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت[۳] پہنچے تو اس کی پیروی کرنا کہ جنہوں نے میری ہدایت کی پیروی کی ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے ـ

سورۂ قصص میں ہے:

---

[۳] یہاں ہدایت کے مفہوم میں کتاب اور رسول دونوں شامل ہیں۔ چنانچہ علامہ فیروز آبادی لکھتے ہیں: "هُدًى، کتاب ورسول (فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ) الکتاب والرسول" (تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس ـ ص ۶ ـ لابی طاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی المتوفی ۸۱۷ھ ـ الطبعۃ الثانیہ ـ ۱۳۷۰ھ مصر)

فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ - (آیت ۴۷)

(اور اے پیغمبر ہم نے تم کو اس لیے بھیجا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اگر ان لوگوں پر ان کے اپنے کیے کرتوتوں کی بدولت کوئی مصیبت آئے تو) وہ یہ کہنے لگیں کہ اے پروردگار تو نے ہماری طرف کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لانے والوں میں ہوتے۔

زندگی گزارنے کا جو صحیح طریقہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور اپنی کتابوں کے ذریعے انسان کو بتایا ہے اس کا نام اسلام ہے۔ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ "درحقیقت اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے" (آل عمران: ۱۹)۔ لہٰذا اس دین اور اس کی حقیقت کو جاننا ہمارے لیے نہایت ضروری ہے اور اس کو جاننے کے لیے پہلا قدم یہ ہے کہ ہم لفظ "اسلام" کے معنی و مفہوم سے اچھی طرح واقف ہو جائیں۔

لغوی تحقیق اسلام کا مادّہ (س ل م) ہے۔ یہ سَلم اور سِلم دونوں طرح مستعمل ہے[۵]۔ اس کے ابتدائی و اساسی مفہوم میں عجز و انکسار اور تذلّل و خضوع داخل ہے اور کلامِ عرب میں یہ مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ لیکن اس کے دو معنی خاص ہیں:

(۱) اس کے ایک معنی ہیں اطاعت، فرمانبرداری، انقیاد، تسلیم و رضا، سپردگی، امتثالِ امر، حکم ماننا، قبول کرنا، منظور کرنا، جھک جانا، دستبردار ہو جانا، سونپنا[۶]۔ عربی کی مشہور و معروف

[۴] مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ التوبہ، آیت ۴۳۔ النساء آیت ۱۳۶۔ یونس ۴۷۔ روم آیت ۴۷۔ شوریٰ آیت ۵۱، نساء آیت ۱۷۔

[۵] لسان العرب (ابن منظور الافریقی۔ بولاق ۱۳۰۳ھ) میں ہے۔ السلم والسلم۔۔۔۔ بفتح و بکسر ویذکر و یونث (ج ۱۵، ص ۱۸۴)، مزید تفصیل کے لیے دیکھیے۔ جمہرۃ اللغۃ ابن درید۔ ج ۳ ص ۴۹۔

[۶] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: لسان العرب ج ۱۵ ص ۱۸۵-۱۸۷، تاج العروس (مرتضیٰ زبیدی)

لغت ۔ لسان العرب " میں ہے :

والسَّلْم الاسلام، والسَّلْمُ الاستخذاءُ والانقیاد والاستسلام (ج ۱۵ ص ۱۸۷) سلم اسلام اور سَلْم کے معنی ہیں اطاعت اور فرمانبرداری ۔

دوسری جگہ ہے :

والاسلام والاستسلام الانقیاد (ج ۱۵ ص ۱۸۵) اسلام اور استسلام کے معنی فرمانبرداری کے ہیں۔

اسی طرح تاج العروس میں ہے :

والسلم مثل السلام والاسلام والمراد ھھنا الاستسلام والانقیاد اور سلم سلام اور اسلام ہم معنی ہیں اور یہاں اس سے مراد انقیاد و اطاعت ہے ۔

اسی میں دوسری جگہ ہے ۔ والسلم الاستسلام والاستخذاء والانقیاد ومنہ قولہ تعالیٰ القوا الیکم السلم ای الانقیاد ۔ (ج ۸ ۔ ص ۲۳۷) یعنی " سلم سے مراد ہے جھک جانا، مطیع ہوجانا، اور تابعِ فرمان ہوجانا ۔ اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ القوا الیکم السلم یہاں سَلْم بمعنی اطاعت ہے "۔ عربی کے مشہور شاعر امرؤ القیس بن عابس کا شعر ہے ؎

فلستُ مبدّلًا باللہِ ربًّا ولا مستبدلًا بالسَّلْمِ دینا

(یعنی میں نہ تو اللہ کے بجائے کسی اور کو اپنا رب بناؤں گا اور نہ سَلْم (یعنی اسلام) کو کسی اور دین سے بدلوں گا)

اسی طرح کندہ کا ایک جاہلی شاعر کہتا ہے ؎

دعوتُ عشیرتی للسَّلْمِ لمّا رأیتھم تولّوا مُدبرینا

ج ۸ ص ۲۳۷)، القاموس المحیط (الفیروز آبادی مصر ۱۳۴۴ھ طبع دوم ج ۴ ص ۱۲۹) ، اساس البلاغہ (زمخشری قاہرہ طبع اوّل ۱۳۴۱ھ ص ۲۱۸) ، لغات القرآن (عبد الرشید نعمانی دہلی ۱۹۴۰ء ج ۳ ص ۱۲۶)، جامع العلوم الملقب بہ دستور العلماء (قاضی عبد النبی ۔ دکن طبع اوّل ج ۱ ص ۱۸۰)، وغیرہ ۔

(میں نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو فرمانبرداری کی طرف بلایا جب میں نے ان کو دیکھا کہ انھوں نے ہم سے پیٹھ پھیر لی ہے۔)

ایک اور جگہ تاج العروس میں ہے کہ: والسلم الاسم من التسلیم وھو بذل الرضا بالحکم (ج ۸ ص ۳۴۷) یعنی "سلم نام ہے تسلیم کا یعنی حکم کی بجا آوری میں پوری طرح سے راضی ہونا۔"

اسی لیے جو شخص مطیع و منقاد ہو جائے اس کے متعلق کہا جاتا ہے اَسْلَمَ الرَّجُلُ یعنی اس شخص نے اطاعت و فرمانبرداری قبول کر لی۔ وہ رام ہو گیا۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مامن آدمیٍ الّا ومعہ شیطان، قیل ومعک؟ قال نعم! ولکن اللّٰہ اعاننی علیہ فَاَسْلَمَ۔ (کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ شیطان نہ لگا ہو۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ کے ساتھ بھی؟ فرمایا ہاں لیکن اللہ نے اس کے مقابلہ پر میری مدد کی اور وہ میرا تابع ہو گیا۔"

اَسْلَمَ کا لفظ جب بلا صلہ آئے تو اُس کے معنی اطاعت و انقیاد کے ہوتے ہیں۔ الیٰ کے صلے کے ساتھ آتے تو اس کے معنی سپرد کر دینے اور لام کے صلے کے ساتھ آتے تو اس کے معنی جھک جانے کے ہیں۔ قریش کے لوگوں نے بنی ہاشم کے خلاف مقاطعہ کا جو فیصلہ کیا تھا اس میں یہ طے کیا تھا کہ لا ینا کحوھم ولا یبا یعوھم حتی یُسْلِموا الیھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی وہ ان کے ساتھ شادی بیاہ اور خرید و فروخت کا کوئی تعلق نہ رکھیں گے جب تک کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حوالے نہ کر دیں۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا یطھر اللّٰہ قلب عبد حتی یُسلِم لنا ویکون سلمًا لنا۔	اللہ تعالیٰ کسی بندے کا دل اس وقت تک پاک نہیں کرتا جب تک کہ وہ ہمارا تابع فرمان نہ ہو جائے اور ہم سے مل کر (موافقت سے) نہ رہے۔

ے لسان العرب (ج ۱۵ ص ۱۸۵)، تاج العروس (ج ۸ ص ۳۴۷)

ے تاج العروس (ج ۸ ص ۳۴۰)، لغات الحدیث (وحید الزمان۔ کراچی ۱۹۵۶ء۔ ج ۲ ص ۱۴۴)

۹ لغات الحدیث ج ۲ ص ۱۵۲۔

پھر اسی سپردگی اور اطاعت و فرمانبرداری کی وجہ سے قید و بند اور اسیری کے معنی پیدا ہوتے۔ چنانچہ رَجُلٍ سَلِم کے معنی ہوں گے "قیدی"[10]، کیونکہ وہ مغلوب ہوتا ہے اور دوسرے کے سامنے سر اطاعت خم کر دیتا ہے۔ اخذہ سلماً اس وقت بولتے ہیں جب کسی کو بغیر جنگ کے گرفت میں لے لیا اور رکھ لیا جائے[11]۔ لاتینک برجلٍ سلِم کے معنی ہوں گے "میں ایک آدمی کو گرفتار کر کے آپ کے پاس لاؤں گا"[12]۔

اسی سے باب تفعیل میں سَلَّمَ یُسَلِّمُ تَسْلِیماً ہے، جس کے معنی قبول کرنے، بچانے، سپرد کرنے اور انقیاد و اذعان کے ہیں۔ سَلَّمَ بہٖ کے معنی ہیں کسی بات کو مان لینا، قبول کرنا، منظور کرنا[13]۔ اسی سے بیع سَلَم بھی ہے جس میں کسی چیز کی پیشگی قیمت بائع کے حوالے کی جاتی ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے مَن تَسَلَّمَ فی شیئٍ فلا یصرفہ الی غیرہ "یعنی جو شخص کسی مال کے معاملہ میں پیشگی قیمت وصول کرے وہ پھر اس کو بدل کر دوسرا مال نہ دے (مثلاً گیہوں دینا ٹھہرے اور چاول دے دے)[14]

تَسَلَّمَ۔ کے معنی ہوتے ہیں لے لینا۔ وصول کرنا اور مسلمان ہونا[15]۔ سَلَّمْتُمْ کے معنی ہوں گے تم نے حوالے کر دیا، تم نے سپرد کر دیا، تم نے سونپ دیا۔ یہ "تسلیم" سے ماضی کا صیغہ ہے جس کے معنی سپرد کرنے کے آتے ہیں[16]۔ ایک حدیث میں ہے انی وھبت لخالتی غلاماً فقلت لھا لا تسلمیہ حجاماً وَ لا صائغاً وَ لا قصاباً۔ یعنی میں نے اپنی خالہ کو ایک غلام ہبہ کیا اور کہہ دیا کہ اس کو حجام اور سنار اور قصاب کے سپرد نہ کرنا۔ (یعنی یہ تینوں پیشے اس کو نہ سکھانا اور دوسرے پیشے سکھاؤ تو قباحت نہیں)[17]

اسی سے باب افعال میں "اسلام" ہے۔ اس کے معنی ہیں اطاعت، فرمانبرداری، گردن رکھ

---

[10] رجل سلم ای اسیر لانه استسلم و انقاد (لسان العرب ج ۱۵ ص ۱۸۵، تاج العروس ج ۸ ص ۳۳۷)

[11] تاج العروس ج ۸ ص ۳۳۷ [12] لغات الحدیث ج ۳ ص ۱۴۴

[13] وسلّم بہ ـــ رضی (محیط المحیط ج ۱ ص ۹۸۶ - ۹۸۹)

[14] لغات الحدیث ج ۳ ص ۱۴۶ [15] ایضاً

[16] لغات القرآن ج ۳ ص ۲۰۶

[17] لغات الحدیث ج ۳ ص ۱۴۴

دینا، تابعدار بن جانا اور اپنے آپ کو سپرد کر دینا[۸] یہی معنی باب استفعال سے اِسْتَسْلَمَ یا استسلام کے ہیں[۹]۔ اسلام کا اسم فاعل مُسْلِم ہے یعنی اسلام میں داخل ہونے والا، اسلام قبول کرنے والا۔ اپنے آپ کو احکامِ الٰہی کے تابع کر دینے والا۔ اُمّتِ مسلمہ یعنی وہ گروہ جو اللہ کی اطاعت کرنے والا ہے۔ احکام خداوندی کو تسلیم کرتا ہے۔

——— دوسرے مشہور معنی صلح، آشتی، امن و عافیت اور حفاظت و پناہ

---

[۸] ملاحظہ ہو: لسان العرب (ج ۱۵ ص ۱۸۵)، تاج العروس (ج ۸ ص ۳۴۰)، قاموس المحیط (ج ۴ ص ۱۲۹-۱۳۱)۔ کتاب دائرۃ المعارف (بستانی۔ بیروت ۱۸۷۰ء ص ۴۰۵)، دائرۃ المعارف القرن الرابع عشر العشرین (فرید وجدی مصر ج ۱ ص ۳۲۸ مصر ۱۹۳۷ء)، کتاب کشاف اصطلاحات الفنون (شیخ محمد اعلیٰ تھانوی کلکتہ ۱۸۶۲ء)
مغربی محققین بھی اس لفظ کے یہی معنی بیان کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

— THE ENCYCLOPAEDIA OF ISLAM. VOL. II (E-K) LEYDEN & LONDON 1927

— ENCYCLOPAEDIA OF RELIGION & ETHICS.

EDITED BY JAMES HASTINGS. VOL. VII. N.Y. 1940

— AN ARABIC ENGLISH LEXICON BY GEORGE PERCY BADGE. LONDON .1881

— THE OXFORD ENGLISH DICTIONARY. OXFORD 1933

— THE SHORT OXFORD ENGLISH DICTIONARY LONDON & EDIN. 1959.

[۹] لسان العرب میں ہے: والاسلام والاستسلام الانقیاد والاسلام من الشریعۃ اظہار الخضوع والتزام الشریعۃ والتزام لما اتی بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم (ج ۱۵ ص ۱۸۵)، یعنی اسلام و استسلام کے معنی انقیاد کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں جھک جانے اور اسلامی احکام پر عمل کرنے اور جو کچھ حضور لیکر آئے اسے مضبوط پکڑے رکھنے کا نام ہے)۔ استسلم۔ انقاد (تاج العروس ج ۸ ص ۳۴۰، کنز العلوم واللغۃ۔ فرید وجدی مصر ۱۳۲۳ھ ص ۵۶۲) الاستسلام الانقیاد والطاعۃ (اقرب الموارد و ذیلہ)، راغب نے المفردات فی غریب القرآن (مصر ۱۹۶۱ء ص ۲۴۱)، توفی مسلمًا کے تحت لکھا ہے ای اجعلنی ممن استسلم لرضاک۔

کے ہیں[۳۸]۔ اور یہ لڑائی (حرب) کی ضد ہے[۳۹]۔ ایک حدیث میں ہے اَسْلِمْ تَسْلَمْ یعنی اسلام لا تو تباہی سے بچ جائے گا۔ ایک مرتبہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جعلہ مسلما لمن دخلہ (جو بھی اس (اسلام) میں داخل ہوا وہ سلامت رہا یا محفوظ رہے گا) ایک اور حدیث میں ہے: واِنَّ سِلْمَ المومنین واحدٌ لا یُسالَمُ مومن دون مومنٍ (مومنوں کی صلح سب مل کر ایک ہونی چاہیے یہ نہیں کہ ایک مومن سے صلح ہو اور دوسرے سے نہ ہو۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ المُسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا یسلمہ (ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے کہ نہ تو اس پر ظلم کرے اور نہ دشمن کے ہاتھ میں چھوڑ دے۔ (اور اس کا بچاؤ یا حفاظت نہ کرے)۔ ایک موقع پر: انہ اخذ ثمانین من اھلِ مکۃ سِلْمًا او سَلَمًا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں میں سے ۸۰ آدمیوں کو صلح کے طور پر لے لیا[۴۲] سِلْماً اور سَلَماً دونوں کے معنی صلح کے ہیں۔

لسان العرب میں ہے:

---

۳۸ والسلم المسالم فقول انا سلم لمن — سلم صلح کرنے والے کو کہتے ہیں۔ چنانچہ یہ کہا جاتا

۳۹ لسان العرب میں ہے: والسَّلم والسَّلام کا السَّلم وقد سالمہ مسالمۃً وسلاماً۔ قال ابو کبیر الھذلی ۔ ھا جوا لقومھم السَّلام کاَنَّھم لما اصیبوا اھل دین محتر (ج ۱۵ ص ۱۸۵)

۴۰ تاج العروس میں ہے: والسَّلم۔ الصلح (ج ۸ ص ۳۴۲)، امام راغب کے الفاظ: والسلم والسلام والسلم۔ الصلح۔ فرید وجدی لکھتے ہیں: (سلم) من العیب یسلم سلامۃ۔ نجا وسلمہ اللہ۔ نجاہ۔ والسلم۔ الصلح (کنز العلوم واللغۃ ص ۵۶۲، ۵۶۳)۔ والسَّلم۔ الصلح۔ (القاموس المحیط۔ ج ۴ ص ۱۲۹) سلم من الآفات (المعرب فی ترتیب المعرب۔ علی المطرزی دکن ۱۳۲۸ھ ص ۲۶۳)۔ السلم والسلم۔ الصلح۔ بفتح وبکسر مذکر ومؤنث (لسان العرب ج ۱۵ ص ۱۸۴) وحکی السِّلم السَّلم الاستسلام (طلب سلامتی)۔ لسان العرب ج ۱۵ ص ۱۸۵

۴۱ السلم والسلم وقد قری علی ثلاثۃ اوجہ والسلم ضد الحرب ومنہ اشتقاق السلامۃ (جمہرۃ اللغۃ ج ۳ ص ۴۹)۔ السِّلم والسَّلم۔ ضد الحرب (تاج العروس ج ۸ ص ۳۳۷)

۴۲ یعنی جنگ کر کے ان کو قید نہیں کیا بلکہ مکہ والوں کی رضامندی سے ان کے اسّی آدمیوں کو بطور یرغمال اپنے پاس رکھ لیا۔ لغات الحدیث ج ۳ ص ۱۴۴)

سالمنی وقوم سلم وسلم سالمون وکذالك .... تسالموا وتصالحوا (ج ۱۵ ص ۱۸۵)

ہے کہ میں صلح کرنے والا ہوں اس شخص سے جو مجھ سے صلح کرے۔ اور قوم سلم صلح جو قوم کو کہتے ہیں اور اسی طرح سے .... تَسَالَمُوْا کا لفظ تصالحُوْا کا ہم معنیٰ ہے یعنی آپس میں مصالحت کرنا۔

اسی سے موافقت و مطابقت کے معنی پیدا ہوتے۔ چنانچہ جب گھوڑے پاؤں ملا کر ایک ساتھ چلیں تو کہتے ہیں تسالمت الخیل۔[۲۳]

پھر اسی سے باب سَمِعَ یَسْمَعُ میں سَلِمَ یَسْلَمُ آتا ہے جس کے معنی خالص اور پورے طور پر کسی دوسرے کے لیے ہو جانے کے ہیں[۲۴]۔ اسی سے علیحدہ رہنے اور محفوظ و مامون رہنے کے معنی آتے ہیں۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: المسلم من سلم المسلمون من لسانہٖ و یدہٖ (بخاری) یعنی اصلی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔ (مطلب یہ ہے کہ اس کے بُرے افعال سے امن میں رہیں[۲۵]

سَلَّمَ الشیٔ کے معنی ہوتے ہیں کسی چیز کو کسی کے لیے خالص کر دینا، اُس کے حق میں محفوظ کر دینا۔[۲۶] سَلِمَ لہٗ کے معنی کسی کے لیے مخصوص ہونے کے ہیں۔ اور جب سَلِمَ مِنْ ہو تو اس کے معنی نجات پانے اور بری ہونے کے ہوں گے۔ چنانچہ اسی سے سَلِمَ من الخطر یعنی خطرہ سے حفاظت اور سَلِمَ من العیب یعنی عیب و بُرائی سے محفوظ رہنے کے ہیں[۲۷]۔ چنانچہ قرآن کی آیت وَالسَّلَامُ عَلٰی

---

۲۳ والخیل اذا تساطت تسایرت لا یہیج بعضہا بعضًا ۔لسان العرب۔ ج ۱۵ ص ۱۸۵)

۲۴ لغات القرآن۔ ج ۳ ص ۱۲۶

۲۵ لسان العرب ج ۱۵، ص ۱۸۶

۲۶ لسان العرب میں ہے سَلَّمَ الشیٔ لفلان ای اخلصہ وسلّم لہٗ ای خلص لہ (ج ۱۰ ص ۱۸۶)

۲۷ وَسَلِمَ من الآفۃ بالکسر سلامۃً وسلامًا نجا (اساس البلاغہ زمخشری ص ۲۱۸، سَلِمَ من البلاء سلامًا وسلامۃً (تاج العروس ج ۸ ص ۳۴۰-۳۴۳)

من اتبع الھدیٰ کے معنی یہ ہیں کہ جس نے ہدایت الٰہی کا اتباع کیا وہ اللہ کے عذاب اور اس کی پکڑ سے محفوظ رہا[۲۸]۔ سلامٌ کے معنی ایک طرف امن وعافیت اور آفات سے محفوظ رہنے کے ہیں اور دوسری طرف یہ لفظ عیوب ونقائص سے پاک ہونے کے معنی میں بھی آتا ہے[۲۹]۔ اسی معنی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام السَّلام بھی ہے۔ سلامٌ کے معنی کسی کے حق میں سلامتی کی دُعا کرنے اور سلام کرنے کے بھی آتے ہیں۔ جب سَلَّمَ عَلیٰ کے ساتھ آتا ہے تو اس کے معنی سلام کرنے کے ہوتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ یُسَلِّمُ الصغیر علی الکبیر "چھوٹا بڑے کو سلام کرے" قرآن میں ایمان والوں کو حکم دیا گیا ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَھْلِھَا۔ (نور۔ آیت ۲۷)	مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے لوگوں کے گھروں میں گھر والوں سے اجازت لے اور ان کو سلام کیے بغیر داخل نہ ہوا کرو۔

قرآن میں استعمالات سَلِمَ اور سَلَّمَ اور اس کے مشتقات کا استعمال قرآن کریم میں کثرت سے ہوا ہے۔ ان استعمالات کو ہم دو حصّوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

۱۔ کسی صلہ کے ساتھ

۲۔ بغیر کسی صلہ کے

صلہ کے ساتھ استعمال کے مواقع پر جو معنی ہونگے ان کی تعیین اس کے صلات کو دیکھ کر بآسانی کی جاسکتی ہے۔ مثلاً سورۃ بقرہ میں ہے:۔

بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْھَهٗ وَھُوَ مُحْسِنٌ	ہاں جو شخص خدا کے آگے گردن جھکا دے اور وہ

---

۲۸ والسلام علی من اتبع الھدیٰ معناہ ان من اتبع ھُدَی اللہ سَلِمَ من عذابہ وسخطہ (لسان العرب السّلم۔ السلامۃ التعرّی من الآفات الظاھرۃ والباطنۃ (المفردات۔ راغب ص ۲۴۹)

۲۹ السّلام والسلامۃ۔ البراءۃ۔ السلامۃ۔ العافیۃ (لسان العرب ج ۱۵ ص ۱۸۴، ۱۸۵)
والسلام فی الاصل السلامۃ وھی براءۃ من العیوب (تاج العروس ج ۸ ص ۳۴۸)

فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ (آیت ۱۱۲)	نیکوکار بھی ہو تو اس کا اجر اس کے پروردگار کے پاس ہے اور ایسے لوگوں کو (قیامت کے دن) نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔[۳۰]
اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (بقرہ۔ آیت ۱۳۱ پ ۱)	جب ان (ابراہیمؑ) سے ان کے پروردگار نے فرمایا کہ جھک جاؤ تو انہوں نے کہا میں رب العٰلمین کے آگے سر اطاعت خم کرتا ہوں۔[۳۱]

ان دونوں جگہوں پر اسلام کے معنی اطاعت و فرمانبرداری اور جھک جانے کے ہیں۔ اس لیے کہ ان میں صلہ ل آیا ہے۔ اور پچھلے صفحات میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ اس لفظ کے بعد جب صلہ لام ہو تو اس کے معنی اطاعت و فرمانبرداری ہی ہوتے ہیں۔

اسی طرح سورۂ مومن میں ارشاد ہے:

قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ ۫ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ (پ ۲۴ مومن۔ آیت ۶۶)	(اے محمدؐ ان سے) کہدو کہ مجھے اس بات کی ممانعت کی گئی ہے کہ تم لوگ جن کو خدا کے سوا پکارتے ہو ان کی پرستش کروں جبکہ میرے پاس میرے پروردگار (کی طرف) سے کھلی دلیلیں آچکی ہیں اور مجھ کو حکم ہوا ہے کہ پروردگار عالم ہی کا تابع فرمان رہوں۔

اور سورۂ بقرہ میں تعمیر کعبہ کے وقت دعائے ابراہیم کی حکایت کرتے ہوئے یہ ارشاد ہے کہ:

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ (بقرہ۔ آیت ۱۲۸)	اے پروردگار ہم کو اپنا فرمانبردار بنائے رکھیو اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو اپنا مطیع بنائے رکھیو۔

[۳۰] سورۂ نساء (آیت۔ ۱۲۵) اور سورۂ جن (آیت ۱۴) میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔

[۳۱] مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سورۂ آل عمران (آیت ۲۰)، سورۂ نحل (آیت ۴۴)

اسی طرح حضرت ابراہیم و یعقوب علیہما السلام نے اپنے بیٹوں سے جب اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کا عہد لیا تو انہوں نے فوراً اقرار کیا کہ :

وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُوْنَ (بقرہ۔ آیت ۱۳۲)	اور ہم اس کے تابع فرمان ہیں۔[۳۲]

یا مثلاً سورۂ نور میں ہے کہ :۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا	مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے (لوگوں کے)
بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَأْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا	گھروں میں گھر والوں سے اجازت لیے بغیر اور سلام
عَلٰى أَهْلِهَا (نور : ۲۷)	کیے بغیر داخل نہ ہوا کرو۔

یہاں سَلَّمَ کا صلہ علیٰ آیا ہے۔ لہٰذا یہاں سلام وتحیۃ ہی کے معنی ہونگے۔

اب رہے وہ مواقع جہاں بغیر کسی صلہ کے اس لفظ کا استعمال ہوا ہے تو ان جگہوں پر سیاق و سباق کو اگر پیش نظر رکھا جائے تو واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ کس جگہ یہ لفظ کس معنی میں استعمال ہوا ہے، ذیل میں اس کی چند مثالیں دی جا رہی ہیں :

اطاعت کے معنی میں قرآن میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ شیطان کی پیروی یا اطاعت نہ کریں بلکہ ہر معاملہ میں صرف خدائے واحد ہی کا حکم مانیں۔ چنانچہ ارشاد ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا ادْخُلُوْا	مومنو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ
فِي السِّلْمِ كَافَّةً - وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ	اور شیطان کے پیچھے نہ چلو۔ وہ تو تمہارا صریح
الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۔ (بقرہ ۲۰۸)	دشمن ہے ۔

یہاں سِلْم کے معنی اگرچہ سلامتی کے بھی بعض مفسرین نے لیے ہیں لیکن شیطان کے اتباع کے مقابلہ میں اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کے معنی اختیار کرنا انسب ہیں[۳۳]

---

۳۲ آیاتِ ذیل میں بھی "مُسْلِمُوْنَ" ان ہی معنوں میں استعمال ہوا ہے: آل عمران ۵۲۔ ۸۵۔ عنکبوت : ۴۶۔ انبیاء : ۱۰۸

۳۳ ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر

ایک جگہ ارشاد ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ (نساء - آیت ۶۵)

پس قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ مومن نہ ہونگے جبتک اپنے آپس کے جھگڑوں میں تم کو حکم نہ مان لیں، پھر اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی نہ محسوس کریں بلکہ پورا پورا تسلیم کر لیں۔

سورۂ مائدہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ صفت بتائی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کا اتباع اور اس کی اطاعت کرنے والے ہیں:-

اَلنَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا (آیت ۴۴)

انبیاء جو خدا کے فرمانبردار تھے ۴۳

ایک جگہ فرمایا:

فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ (صافات - ۱۰۳)

جب دونوں نے حکم مان لیا اور (باپ نے بیٹے کو) ماتھے کے بل لٹا دیا۔

سورۂ نحل میں ہے:

الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ فَأَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِن سُوءٍ (النحل - ۲۸)

جب فرشتے اُن لوگوں کی روحیں قبض کرتے ہیں جو اپنے حق میں ظلم کرنے والے تھے تو وہ سر اطاعت جھکا دیتے ہیں (اور کہتے ہیں، کہ ہم کوئی برا کام نہیں کرتے تھے

آگے ارشاد ہے:

كَذَٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُونَ۔ (النحل: ۸۱)

اسی طرح خدا اپنا احسان تم پر پورا کرتا ہے کہ تم فرمانبردار بنو۔

سورۂ حج میں اپنی اُلوہیت کے حق کے طور پر یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے:

فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا

پس تمہارا معبود ایک ہی ہے لہٰذا اسی کے فرمانبردار

---

۴۳ مزید دیکھیے آل عمران آیت ۲۰۔ حجرات آیت ۱۷

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ (آیت ۳۴) ہو جاؤ اور آپ عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو۔ ۳۵

حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ملکہ سبا کے نام اپنے مکتوب گرامی میں یہ مطالبہ کیا تھا:۔

اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ (النمل آیت ۳۸) مجھ سے سرکشی نہ کرو اور مطیع و منقاد ہو کر میرے پاس چلے آؤ۔ ۳۶

اسی سلسلۂ کلام میں آگے اپنے درباریوں سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ۔ (نمل: ۳۸) اے درباریو! کوئی تم میں سے ایسا ہے کہ قبل اس کے کہ وہ لوگ فرمانبردار ہو کر ہمارے پاس آئیں ملکہ کا تخت میرے پاس لے آئے

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ (قلم: ۳۵) کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں کی طرح (نعمتوں سے محروم) کر دیں گے؟

حضرت یوسف اپنے پروردگار سے اس طرح دعا کرتے ہیں:

تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۔ (یوسف: ۱۰۲) اے (فاطر السموٰت والارض) تو مجھے دنیا سے فرمانبردار اٹھائیو اور (آخرت میں) اپنے نیک بندوں میں داخل کیجیو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم نے تصریح کی ہے کہ وہ نہ تو یہودی تھے نہ عیسائی بلکہ:

وَلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۔ (آل عمران: ۶۷) سب سے بے تعلق ہو کر ایک خدا کے ہو رہے تھے۔ اور اسی کے فرمانبردار تھے

آخرت میں کفار کا یہ حال ہو گا کہ: بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ (صافات: ۲۶) "بلکہ آج تو فرمانبردار بنے جا رہے ہیں"

صلح کے معنی میں | دوسرے معنی یعنی صلح کے سلسلے میں چند مثالیں درج ذیل ہیں:۔

فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ... (نساء: ۹۰) پھر اگر وہ (کافر) تم سے کنارہ کش ہو جائیں اور تمہارے خلاف جنگ نہ کریں اور تمہاری طرف صلح (کا پیغام) بھیجیں

اسی سورۃ کی اگلی آیت میں بھی لفظ سلم صلح کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ۳۷ ایک جگہ ارشاد ہے:

فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْا اِلَى السَّلْمِ (محمد۔ ۳۵) "تو تم ہمت نہ ہارو اور دشمنوں کو صلح کی طرف بلاؤ۔

---

۳۵ مزید ملاحظہ ہو: سورۂ زمر: ۵۴ (وانیبوا الی ربکم واسلموا)۔ ۳۶ یہاں انقیاد و اطاعت بھی مراد ہے اور صلح بھی۔ ۳۷ ملاحظہ ہو: ویلقوا الیکم السلم (نساء: ۹۱)

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۔ (انفال: ۶۱)

اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ اور خدا پر بھروسہ رکھو۔

دوسرے معانی میں اطاعت اور صلح کے علاوہ دوسرے چند مختلف معانی میں استعمالات کی مثالیں ملاحظہ ہوں:۔

وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ۔ (انفال۔۴۳)

اور اگر اللہ تمہیں دشمنوں کو زیادہ کر کے دکھاتا تو تم لوگ جی چھوڑ دیتے اور (جو) کام درپیش تھا اس میں جھگڑنے لگتے لیکن خدا نے تمہیں اس سے بچا لیا۔

اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ۔ (حشر۲۳)

بادشاہ، پاک، بے عیب، امن دینے والا، نگہبان غالب، زبردست، بڑائی و عظمت والا۔

وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى (طٰہٰ۔۴۷)

اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے۔

بنی اسرائیل نے ذبح بقر کا حکم ملنے کے بعد جو ردّ و قدح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شروع کی تھی اور گائے کی شکل و صورت وغیرہ سے متعلق استفسارات کیے تھے ان کے جواب میں جس گائے کی نشاندہی کی گئی اسے قرآن میں بیان کرتے ہوئے یہ فقرہ بھی ارشاد ہوا ہے:

مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا (بقرہ۔۷۱)

بے عیب جس میں کوئی داغ دھبّہ نہ ہو (یعنی وہ گائے جسمانی نقائص سے پاک ہونی چاہیے)

سورۂ ہود میں ہے:۔

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا۔ (ہود۔۴۸)

حکم ہوا کہ اے نوحؑ ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ اُتر آؤ۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف خلوص نیت سے رجوع کرے اور اپنے دل کو خواہشات وغیرہ سے پاک و محفوظ رکھے تو وہ بلاشبہ قابلِ تحسین ہے۔ سورۂ شعراء میں ہے:۔

اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (شعراء: ۸۹) "ہاں جو شخص خدا کے پاس پاک

دل ۳۸ لے کر آیا۔

إِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ

جب وہ (ابراہیمؑ) اپنے پروردگار کے پاس پاک دل لے کر آئے۔

وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا۔ (فرقان: ۶۳)

(اور خدا کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور) جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) گفتگو کرتے ہیں تو سلام ۳۹ کہتے ہیں (یعنی ان کو سلام کہہ کر الگ ہو جاتے ہیں)

أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ ۴۰ يَسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۔ (طور: ۲۹)

کیا ان (کفار) کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر (چڑھ کر یہ آسمان سے باتیں) سن آتے ہیں۔

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَأْثِيْمًا إِلَّا قِيْلًا سَلَامًا سَلَامًا (واقعہ ۲۵، ۲۶)

وہاں (جنت میں) نہ بیہودہ بات سنیں گے اور نہ گالی گلوچ۔ ہاں ان کا کلام سلام سلام ۴۱ (ہوگا)

سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ (یٰس۔ ۵۸)

پروردگار مہربان کی طرف سے سلام (کہا جائے گا)

---

۳۹ صاحب لسان العرب نے یہاں سلام سے مراد براءۃ اور قطع تعلق لیا ہے (معناہ تسلیما وبراءۃ لا خیر بیننا وبینکم ولا شر ۔ لسان العرب ج ۱۰)

۴۰ سیڑھی چونکہ آدمی کو سلامتی کے ساتھ بلندی پر پہنچا دیتی ہے اس لیے اس کو سُلَّم کہتے ہیں۔

۴۱ مطلب یہ ہے کہ امن و آشتی کی باتیں ہوں گی فساد و منافقت کی نہ ہوں گی۔